شبِ ہجر کی پہلی بارش

نازیہ کنول نازی

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

WWW.PAKSOCIETY.COM

قسط نمبر ۱

جدا ہونے کا اندیشہ جدا ہونے سے پہلے تھا
وہ مجھ سے انتہائی خوش، خفا ہونے سے پہلے تھا
جنوں کا دور گزرا تو مجھے بھی بھول بیٹھا وہ
نمازِ عشق تھا لیکن قضا ہونے سے پہلے تھا

چلو اس شہر چلتے ہیں
چلو تقدیر کو پھر آزماتے ہیں
چلو ہم ریت سے پیروں کے جا کر نقش چنتے ہیں
ہواؤں پر لکھی سرگوشیوں کو آج سنتے ہیں
چلو پلکوں سے نیلے اور سنہری ریشمی سے خواب بنتے ہیں
ہتھیلی پر کس نے لکھ دیا تھا کس ہونٹوں سا
اور ان آنکھوں کے دریچوں میں ادھورا خواب رکھا تھا
سماعت ان چھوٹی سی آہٹوں کی زد میں ہے شاید
جبھی تو دھڑکنیں چپ ہیں، جبھی تو ساعتیں چپ ہیں
چلو اس شہر چلتے ہیں
جہاں پر وصل کو زنجیر سے باندھا نہیں جاتا
معانی کو جہاں تحریر سے باندھا نہیں جاتا
جہاں دل کو کسی جاگیر سے باندھا نہیں جاتا
جہاں پر چاند تاروں سے مزین رات ہوتی ہے
جہاں پر چاہتوں کی ہر طرف برسات ہوتی ہے
جہاں پر دل کے سارے دشمنوں کو مات ہوتی ہے
چلو اس شہر چلتے ہیں

✿.....✿.....✿

بارش تیز ہو رہی تھی۔ گلاس ونڈو کے اس پار اپنے شاندار آفس میں کھڑے سید حسن صاحب کی نگاہیں سڑک کے اس پار تیز بارش میں بھیگتے درختوں اور پرندوں کو دیکھتے دیکھتے جیسے تھکنے لگی تھیں آنکھوں سے چشمہ اتار کر وہ پلٹے اور شکستہ بوجھل قدموں سے اپنی سیٹ پر آ بیٹھے بہت دنوں کے بعد آج پھر ان کا دل بے حد اداس ہو رہا تھا سارے جسم پر جیسے صدیوں کی تھکن حاوی تھی جانے کیوں ان کا دل چاہ رہا تھا کہ کسی سنسان ویران دشت میں جا کر بیٹھ جائیں اور خوب روئیں پلکیں موند کر دونوں آنکھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے انہوں نے ابھی سیٹ کی پشت گاہ سے سر ٹکایا ہی تھا جب

Scanned By Amir
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

عائلہ دروازے پر ہلکی سی دستک کے بعد کمرے میں چلی آئی۔
"السلام علیکم!"
"وعلیکم السلام! جیتی رہو! ابھی میں تمہیں ہی یاد کررہا تھا۔" اسے دیکھتے ہی انہوں نے خود کو سنبھالا۔ وہ کرسی کھینچ کر ان کے مقابل ٹک گئی۔
"خیریت؟"
"ہوں..... خیریت ہی ہے' زاویار پاکستان آرہا ہے۔"
"واؤ..... یہ تو اچھی خبر ہے' کب آرہے ہیں؟"
"پرسوں رات کی فلائیٹ سے۔"
"چلیں اچھی بات ہے' اب آپ کو بھی تھوڑا آرام ملے گا۔"
"ہوں یہ تو ہے' مگر مجھے نہیں لگتا وہ آفس سنبھالے گا۔"
"کیوں..... کیوں نہیں سنبھالیں گے وہ آفس؟"
"اس کی باتوں سے لگتا ہے عائلہ' بہت خود پسند لڑکا ہے وہ' اپنی محنت کے بل بوتے پر کچھ کرنا چاہتا ہے' باپ کی ہموار کی ہوئی زمین پر فصل نہیں اگانی اسے۔"
"یہ آپ سے کہا اس نے؟"
"نہیں..... واضح تو نہیں کہا' مگر میں نے محسوس کیا ہے۔"
"کوئی بات نہیں' اللہ مالک ہے آپ پریشان نہ ہوں۔"
"پریشان تو نہیں ہوں تم جیسی پیاری بیٹی کے ہوتے ہوئے بھلا کیسے پریشان ہوسکتا ہوں میں؟"
"ہوں..... بٹرنگ؟" ذرا سی آنکھیں پھیلا کر اس نے گھورا تو وہ کھل کر ہنس پڑے۔
"نہیں بٹرنگ نہیں' سچ ہے۔"
"چلیں آپ کہتے ہیں تو مان لیتی ہوں' ویسے آفس ٹائم آف ہوگیا ہے' باہر بارش بھی بہت تیز ہورہی ہے' گھر چلنے کا کوئی پروگرام ہے کہ نہیں؟"
"بالکل ہے' تمہارے آنے سے پہلے اٹھ ہی رہا تھا' بلکہ ایسا کرتے ہیں کہ آج تمہاری طرف چلتے ہیں' بہت دن ہوئے کرنل صاحب سے ملاقات ہی نہیں ہوئی۔"
"ہوں گڈ آئیڈیا..... بابا بھی بہت یاد کررہے تھے آپ کو۔"
"تو پھر چلو..... دیر کس بات کی؟" فوراً سیٹ سے اٹھتے ہوئے انہوں نے اپنا کوٹ اور موبائل اٹھایا۔

❁.....❁.....❁

عائلہ نے جس وقت گھر کی دہلیز پر قدم دھرے سدید پانی کے ٹب میں کپڑے بھگوئے اپنی شرٹ کے کف رگڑ رہا تھا۔ ڈریس پینٹ کے پائنچے فولڈ ہونے کے باوجود بھیگ رہے تھے۔ جبکہ کہنیوں تک فولڈ کی ہوئی شرٹ بھی اچھی خاصی بھیگ چکی تھی۔
وہ سرسری سی نظر اس پر ڈالتی صمید صاحب کی ہمراہی میں آگے بڑھ آئی۔ صمید صاحب رکے تھے۔
"کیسے ہو برخوردار؟"
"فائن آپ سنائیں؟" ان سے مصافحہ کے لیے سدید ہاتھ دھو کر قریب چلا آیا' عائلہ کرنل صاحب کے کمرے کی

Scanned By Amir
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

طرف بڑھ گئی۔

"میں بھی ٹھیک ہوں' بہت دن ہوئے نظر نہیں آئے' کہاں رہتے ہو آج کل؟"

"کہاں رہنا ہے جناب' ٹریننگ شروع ہوگئی تھی' اسی میں مصروف تھا۔"

"ہوں..... گویا برف پوش پہاڑوں سے عشق کا خواب پورا ہوگیا آپ کا؟"

"جی بس یہی سمجھ لیں۔" وہ مسکرایا' تب ہی وہ اسے لے کر کرنل صاحب کے کمرے کی طرف بڑھ گئے' عائلہ اب وہاں نہیں تھی' وہ کمرے میں داخل ہوئے تو کرنل صاحب اسٹڈی ٹیبل پر پاکستان کا نقشہ سامنے پھیلائے ایک باریک چھڑی سے سٹروک لگا رہے تھے' قدموں کی آہٹ پر انہوں نے پلٹ کر صمید صاحب کو دیکھا۔

"السلام علیکم!" آگے بڑھ کر مسکراتے ہوئے انہوں نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا جسے کرنل صاحب نے اپنائیت سے تھام لیا۔

"وعلیکم السلام! کیسے ہو صمید..... بڑے دنوں بعد آنا ہوا۔"

"معذرت چاہتا ہوں کرنل صاحب..... زندگی نے آج کل بہت الجھا رکھا ہے' آپ سنائیں کیا ہو رہا تھا؟"

"کچھ نہیں..... بس یہ سیاچن اور کارگل کے بلند پہاڑوں پر بیٹھے' شیر جوانوں کو کچھ ضروری ہدایات دے رہا تھا' دیکھو شدید سردی اور برف نے کیسے ان کے سونے جیسے رنگ سانولا دیے ہیں۔" اسی سال کی طویل عمری میں بھی ان کے بارعب چہرے پر وطن سے محبت کا جذبہ دیکھنے لائق تھا۔ صمید صاحب کی نگاہیں بے ساختہ ٹیبل پر دھرے نقشے پر جا پڑیں' جیسے کرنل شیر علی کی طرح وہ بھی نقشے میں موجود سیاچن اور کارگل کے پہاڑوں پر بیٹھے برف کے شہزادوں کو دیکھ رہے ہوں۔

"بہت برے حالات ہیں پاکستان کے' گزرتے ہر دن کے ساتھ بد سے بدتر ہوتے جا رہے ہیں۔ نہ سکون رہا ہے نہ جان و مال کی حفاظت..... چھوٹی چھوٹی معصوم بچیاں درندگی کی بھینٹ چڑھ رہی ہیں' چھوٹی بڑی اسکرینوں پر تھرکتے عریانی کے اشتہارات نے دماغ گھما ڈالے ہیں مردوں کے' کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا کہ کیا ہوگا ہمارا۔" قدرے آزردگی سے کہتے ہوئے انہوں نے نقشے سے نگاہیں ہٹائی تھیں' کرنل صاحب بیڈ پر ٹک گئے۔

"صالح قیادت کا فقدان ہے صمید..... ورنہ یہ دھرتی انمول ہیروں سے خالی نہیں ہے' پسینہ بہانے والے مزدوروں سے لے کر ایٹمی ہتھیار بنانے والے ایک ایک افسر تک' جو بیٹے اس ماں کی گود میں ہیں' شاید ہی قدرت نے کسی اور ماں کو دیے ہوں' ہزار آزمائشوں اور تکلیفوں کے باوجود یہ طوفانوں کے سامنے ہتھیار نہیں ڈالتے' سینہ سپر کیے بلند حوصلوں کے ساتھ آخری سانس تک جنگ کرتے ہیں مگر..... قیمتی سانسوں اور خون کی یہ جنگ' جب ہماری قیادت ڈائیلاگ کے میز پر ہار جاتی ہے تو یہاں ان برف پوش پہاڑوں سے بلند چیخیں اٹھتی ہیں آنے والے کتنے ہی دنوں تک یہ پہاڑ روتے رہتے ہیں۔" بولتے بولتے کرنل شیر علی کا لہجہ بھیگ گیا تھا۔

صمید حسن صاحب نے بے ساختہ لب بھینچ لیے' تبھی عائلہ نے دوبارہ کمرے میں قدم دھرے تھے۔

"یہ لیجیے گرما گرم پکوڑے اور چائے۔" اس کے ہاتھ میں بڑی سی ٹرے تھی۔ سدید جواب تک خاموش بیٹھا تھا ایک دم سے اٹھا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

"یہ سدید کو کیا ہوا؟" صمید صاحب حیران ہوئے تھے تبھی کرنل شیر علی کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ بکھر گئی۔

"سینر فائر چل رہا ہے' دونوں کے بیچ بول چال بند ہے۔"

"اوہ..... یہ تو اچھی بات نہیں ہے عائلہ۔"

Scanned By Amir
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"جی میں جانتی ہوں مگر میرا قصور نہیں ہے سچ میں اس نے خود مردہ چھپکلی لاکر میری گود میں پھینکی تھی تبھی میں نے اس کی شرٹ جلائی۔" اس کا انداز اتنا معصومانہ تھا کہ وہ بے ساختہ کھلکھلا کر ہنس پڑے۔

"پاگل..... چلو اب پکوڑے تو کھلا دو اسے کتنے کام کرتا ہے وہ بیچارہ تمہارے۔"

"تو میں بھی تو اس کے کتنے کام کرتی ہوں۔" اس نے فوراً منہ بسورا۔ صمید صاحب کی آنکھوں کے گوشے مسلسل ہنسنے سے بھیگ گئے۔

"ہوں..... وہ اس لیے کیونکہ عائلہ ایک بہت پیاری اور قابل بچی ہے اور اس کا دل شفاف ندی کی طرح ہمیشہ صاف رہتا ہے لہٰذا وہ کسی سے بھی زیادہ دیر تک ناراض نہیں رہ سکتی۔" اس بار اس کے سر پر پیار کرتے ہوئے صمید صاحب نے اس کی تعریف کی تو وہ شرمندہ سی مسکرا کر فوراً کمرے سے باہر نکل آئی۔

بارش تھم چکی تھی مگر فضاء میں خنکی کا احساس ہڈیوں میں چبھ رہا تھا سدید کپڑے دھونے کے بعد اب کچن میں کھڑا اپنے لیے چائے بنا رہا تھا۔ جب وہ اس کے پیچھے چلی آئی۔

"ہٹو میں بنا دیتی ہوں۔"

"کوئی ضرورت نہیں ہے ابھی ہاتھ پیر سلامت ہیں میرے جس دن اپاہج ہو کر بیٹھ گیا اس دن بنا دینا۔" اس کا موڈ اچھا خاصا خراب تھا۔ عائلہ کے لبوں پہ مسکراہٹ بکھر گئی۔

"اوہ.....! تو یوں کہو ناں وہ تمہاری پیاری سہیلی کی نشانی تھی پہلا اور آخری گفٹ۔"

"صرف ایک شرٹ جلنے پر اتنی ناراضگی؟"

"صرف شرٹ نہیں تھی وہ میرا دل جلایا ہے تم نے۔"

"جسٹ شٹ اپ۔"

"اچھا پلیز ہٹو میں چائے بنا دیتی ہوں۔ تم نے تو یونہی کلیجہ جلانا ہے اپنا۔" زبردستی اس کے ہاتھ سے پین چھینتے ہوئے وہ چولہے کے قریب ہوئی جب اچانک گرم گرم قہوہ اچھل کر اس کے ہاتھ کی پشت پر آ گرا۔

"مس....." فوراً سے پیشتر اس کے لبوں سے سسکاری نکلی تھی۔ سدید کی جان پر بن آئی۔

"کیا ہوا؟" اس کا ہاتھ تھام کر اس نے عائلہ کی آنکھوں کے آنسو دیکھے پھر بھاگ کر پیسٹ اٹھا لایا۔

"تم ہمیشہ مجھے تنگ کرتی ہو عائلہ..... پتہ نہیں کیا ملتا ہے تمہیں میرا دل جلا کر۔"

"تم بھی تو تنگ کرتے ہو خوامخواہ منہ بنا کر۔"

"خوامخواہ.....! جان بوجھ کر تم نے میری شرٹ جلائی میرے موزے پانی میں بھگوئے میرے کمپیوٹر سے چار فائلز اڑائیں گرل فرینڈ کی انسلٹ کی اب بھی کہہ رہی ہو خوامخواہ۔"

"اوہ..... تو اصل غصہ گرل فرینڈ کی انسلٹ کا ہے۔" آہستہ سے اس نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ کی گرفت سے نکال لیا تھا۔

"اور نہیں تو کیا کیا سوچتی ہوگی وہ..... کتنی بدتمیز کزن ہے میری۔"

"تو اسے کون کہتا ہے شتر بے مہار کی طرح منہ اٹھائے روز یہاں چلے آنے کو۔"

"ہاہا کے خیال سے آتی ہے پتہ تو ہے تمہیں اسے بزرگوں کی کمپنی کتنی پسند ہے۔"

"ہوں بالکل! جس بزرگ کے گھر میں ایک خوب صورت اسمارٹ آرمی میں بھرتی بے حد چاق و چوبند نوجوان لڑکا رہتا ہو اس گھر کے بزرگ کی محبت میں تو وہ نیند میں چل کر بھی آ سکتی ہے۔" اس کا انداز ایسا تھا کہ وہ بے ساختہ ہنس پڑا۔

Scanned By Amir
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"چلو شکر ہے تم نے یہ تو قبول کیا کہ میں اسمارٹ اور ہینڈسم ہوں۔"

"بس رہنے دو اللہ نے ذرا سی اچھی شکل اور ذہانت کیا دے دی کہ سنبھالا ہی نہیں جا رہا جناب سے۔" فوراً خفگی سے منہ پھیرتے ہوئے وہ دوبارہ چائے کا پانی رکھنے لگی۔

سدید اس کی پشت پر بکھرے گھنے بالوں کی آبشار میں جیسے کھو سا گیا۔

"میرے کردار کو لے کر اگر اسی رفتار سے کڑھتی رہو گی تو اگلے چند سالوں تک بیوٹی کریمیں بھی چہرے پر رزلٹ دینا چھوڑ دیں گی۔"

"ہونہہ..... بیوٹی کریمیں استعمال کرتی ہے میری جوتی۔"

"اتنی سستی بھی نہیں ہوئیں ابھی کہ جوتیوں تک نوبت آ جائے بہرحال چائے اور پکوڑے میرے کمرے میں لے آنا بہت سردی محسوس ہو رہی ہے۔" وہ زیادہ دیر وہاں رک کر اپنا ضبط کھونا نہیں چاہتا تھا اسی لیے حکم صادر کرتا فوراً کچن سے نکل گیا۔

✿.....✿.....✿

صمید حسن صاحب نے جس وقت گاڑی گھر کے پورچ میں کھڑی کی شام خاصی گہری ہو چکی تھی پرہیان اور سارا بیگم میں سے کوئی بھی گھر پر نہیں تھا وہ جانتے تھے سارا بیگم یقیناً اپنے بوتیک پر ہوں گی جبکہ پرہیان کسی نہ کسی دوست کی طرف جب ہی وہ سیدھے اپنے بیڈروم کی طرف بڑھ آئے تھے۔

سردی کا احساس دور دور تک نہیں تھا پھر بھی کمرے میں آتے ہی نیم گرم پانی سے شاور لے کر وہ بستر میں گھس گئے۔ ابھی چند روز قبل انہوں نے اپنی پچاسویں سالگرہ سیلیبریٹ کی تھی مگر اپنی شخصیت کے رکھ رکھاؤ اور قابل رشک صحت کی وجہ سے وہ چالیس سے زیادہ کے نہیں لگتے تھے۔

زاویار..... جوان کا اکلوتا بیٹا تھا اٹھائیس سال کا ہو چکا تھا مگر بہت سے لوگ اسے ان کا بیٹا ماننے کو تیار ہی نہیں ہوتے تھے وقت جیسے انہیں چھوئے بغیر گزر گیا تھا تب ہی ان کی نگاہ بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر پڑی تھی جہاں مستنصر حسین تارڑ کا ناول "قربت مرگ میں محبت" رکھا ہوا ان کا دل دھڑکا گیا تھا۔ کتنے دنوں کے بعد آج وہ اس کتاب کو دیکھ رہے تھے۔ جس کے پہلے ہی صفحے پر سرخ روشنائی سے موتیوں جیسی لکھائی میں لکھا تھا۔

"میرے لیے محبت چلتی سانسوں کا نام ہے جس دن یہ سانسیں رک گئیں اسی دن صمید حسن کی محبت سے میری ذات کا تعلق ٹوٹے گا۔" کتنے پراثر الفاظ تھے ایک دم سے ان کی آنکھوں کے گوشوں میں نمی اتر آئی۔

کوئی اس طرح بھی پھرتا ہے اپنے الفاظ سے جس طرح وہ پھر گئی تھی؟ اگلے ہی پل خود بخود ان کا ہاتھ اپنے والٹ پر جا پڑا جس کی پاکٹ میں اس کی تصویر تھی۔ کپکپاتے ہاتھوں سے انہوں نے وہ تصویر نکالی اور تکیے سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے جانے کیوں اتنے سال گزر جانے کے باوجود آج بھی ہر موسم کی شدت میں ان کا دل صرف اسی ایک وجود کی تمنا کرتا تھا کہ جس کی خوشبو ان کی سانسوں میں گھلی تھی۔

بہت دیر تک بھیگی آنکھوں سے اس چھوٹی سی تصویر کو دیکھتے رہنے کے بعد اچانک وہ اپنے ہونٹ اس تصویر پر رکھتے ہوئے بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رو پڑے تھے۔

✿.....✿.....✿

چند لمحوں کا ہوا کرتا ہے خوابوں کا سفر
آنکھ کھلتی ہے تو صدیوں کی تھکن ہوتی ہے

Scanned By Amir
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

رات کے دو بجے تھے جب سارا بیگم اور پرہیان دونوں کی گاڑیاں آگے پیچھے پورچ میں آ رکی تھیں۔ ذرا سے فاصلے پر کھڑی صمید حسن صاحب کی گاڑی اس بات کا واضح ثبوت تھی کہ وہ گھر پر موجود ہیں۔ پرہیان نے ایک نظر ان کی گاڑی پر ڈالی پھر تھکن سے چور جسم اور اعصاب کے ساتھ اندر لاؤنج کی طرف بڑھ آئی تبھی سارا بیگم کی پکار نے اس کے بڑھتے ہوئے قدموں کو روک لیا تھا۔

"پرہیان۔"

"جی مما!" وہ رکنا نہیں چاہتی تھی مگر رک گئی تھی۔

"بات سنو۔"

"سوری مما! میں اس وقت بہت تھکی ہوئی ہوں صبح بات کریں گے۔" اس کے لہجے میں آنسوؤں کی آمیزش تھی۔

سارا بیگم کا دل تڑپ اٹھا پرس صوفے پر پھینکتے ہوئے وہ اس کے قریب آئی تھیں۔

"زندگی نے جتنا تمہاری ماں کو تھکایا ہے اتنا تمہیں کبھی نہیں تھکا سکتی پرہیان۔" بھیگے لہجے میں کہتے ہوئے وہ اسے بازو سے پکڑ کر باہر لان میں لے آئی تھیں۔ چاند کی مکمل روشنی میں جسم کو کپکپا دینے والی سرد ہوا نے ان کے تھکے ہوئے اعصاب پر جیسے مرہم کا کام کیا تھا۔ پرہیان کے آنسو مزید شدت سے بہنے لگے۔

"کس سے مل کر آ رہی ہو؟" بہت دیر کی خاموشی کے بعد بالآخر سارا بیگم نے پوچھا جب وہ آنسو پونچھتے ہوئے رخ پھیر گئی۔

"ساویز سے۔"

"رو کیوں رہی ہو؟"

"پتہ نہیں۔"

"کال کیوں نہیں اٹھا رہی تھیں؟"

"مما پلیز..... میں اس وقت آپ کے سوالوں کے جواب دینے کی پوزیشن میں نہیں ہوں۔" ایک دم سے وہ پلٹی اور اس نے اپنے اندر کا غبار نکالا۔ سارا بیگم پریشان سی اسے دیکھتی رہ گئی تھیں۔

"تم جانتی ہو پرہیان میں تمہیں پریشان نہیں دیکھ سکتی۔"

"جھوٹ کہتی ہیں آپ..... کیونکہ اگر یہ سچ ہوتا تو آپ مجھ سے میری حقیقت کبھی نہ چھپاتیں۔"

"کیسی حقیقت؟"

"آپ جانتی ہیں میں کس حقیقت کی بات کر رہی ہوں۔" مسلسل رونے سے اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں سارا بیگم جیسے تھک گئیں۔

"اب تم مجھے پریشان کر رہی ہو پرہیان۔"

"پریشان ہی تو نہیں کرنا چاہتی میں آپ کو ورنہ ضرور بتاتی کہ جس وقت مجھے یہ پتہ چلا کہ میں پرہیان صمید حسن نہیں پرہیان عزیر ہوں اس وقت مجھ پر کیسی قیامت ٹوٹی تھی۔" آنسو پونچھتے ہوئے ایک دم سے وہ جذباتی ہو گئی تھی۔

سارا بیگم جہاں کی تہاں کھڑی رہ گئیں۔

"کیا سمجھا تھا آپ نے مجھے کبھی پتہ نہیں چلے گا کہ میں کون ہوں..... میری حقیقت کیا ہے؟ میں جو خود پر غرور کرتی نہیں تھکتی تھی کہ میں صمید حسن جیسے ایک آئیڈیل انسان کی اکلوتی بیٹی ہوں آج میرا یہ غرور ٹوٹ کر پاش پاش ہو گیا۔" ٹوٹے لہجے میں کہتے ہوئے وہ جیسے خود بھی ٹوٹ رہی تھی۔ سارا بیگم کو لگا ان کے جسم سے خون نچڑ گیا ہو پھٹی پھٹی

Scanned By Amir
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

نگاہوں سے پریہان کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کین کی چیئر پر جیسے ڈھے گئی تھیں۔
"مجھے آپ سے کوئی گلہ نہیں ہے مما! میں جانتی ہوں آپ نے زندگی میں سوائے میری خوشیوں اور کامیابیوں کے اور کچھ نہیں چاہا' مگر انسان ہمیشہ خوش نصیب نہیں رہتا مما' کبھی نہ کبھی' کسی نہ کسی موڑ پر اسے قسمت کی کھٹی ٹھوکر کھانی ہی پڑتی ہے۔" اب وہ زمین پر بیٹھ کر اپنا سر سارا بیگم کی گود میں رکھ رہی تھی' جن کی آنکھوں سے انمول موتی ٹوٹ کر بکھرتے جارہے تھے۔
"پتہ ہے مما...... اس وقت مجھے جتنا اپنی تقدیر پر رونا آرہا ہے اتنا ہی درمکنون صمید حسن کی قسمت پر رشک آرہا ہے' کتنی خوش قسمت ہے ناں وہ جو پاپا جیسے ایک آئیڈیل انسان کی سگی بیٹی ہے' اور اس کی ماں وہ عورت ہے جسے پاپا جیسے آئیڈیل انسان نے ٹوٹ کر چاہا ہے...... ہے ناں۔" شفاف آنکھوں میں ہیروں کی مانند کتنے آنسو لیے اب وہ سارا بیگم کے چہرے کی طرف دیکھ رہی تھی جواب میں وہ آنسوؤں کے ساتھ محض اثبات میں سر ہلا کر رہ گئیں۔
"کس نے بتائیں تمہیں یہ سب باتیں؟" بڑی مشکل سے وہ پوچھنے کے قابل ہوئی تھیں جب پریہان نے آنسو پونچھ لیے۔
"ساویز نے......"
"وہ کیسے جانتا ہے یہ سب؟"
"آج سے پہلے نہیں جانتا تھا اسے بھی آج ہی پتہ چلا ہے۔"
"کیسے؟"
"درمکنون اس کی دوست رہ چکی ہے مما' دونوں ایک ہی یونیورسٹی میں پڑھتے رہے ہیں' باتوں باتوں میں یونہی آج اس کا ذکر آ گیا تو ساویز مجھے اس کا گھر دکھانے لے گیا' وہیں میں نے پاپا کی تصویر دیکھی اور ان کی بھی جنہیں وہ آج بھی اپنی سانسوں سے بڑھ کر پیار کرتے ہیں۔"
"وہاٹ...... تم کہنا چاہتی ہو کہ درمکنون اسی شہر میں رہتی ہے؟"
"نہیں...... میں یہ نہیں کہہ رہی' مگر میں نے اس کا گھر دیکھا ہے' وہ گھر جہاں وہ چند سال قبل اپنی مما کے ساتھ رہتی تھی۔"
"کہاں ہے وہ گھر؟"
"سوری مما...... یہ میں آپ کو نہیں بتا سکتی' کیونکہ میں جانتی ہوں' جس روز آپ یہ سراغ پالیں گی اس روز پاپا کی زندگی کی کتاب سے آپ کے نام کا باب ہمیشہ کے لیے بند ہو جائے گا اور یہ میں کبھی نہیں ہونے دوں گی' کیونکہ میں جانتی ہوں جتنا پاپا نے مریم صمید کو چاہا ہے اس سے کچھ ہی کم آپ نے بھی پاپا کو چاہا ہے۔"
"یہ خود غرضی ہے پریہان...... اور میں خود غرض نہیں ہوں۔"
"میں جانتی ہوں مما' مگر سوری میں آپ کو مریم صمید تک نہیں پہنچا سکتی۔" بے دردی سے بہتے آنسوؤں کو سختی سے صاف کرتی اگلے ہی پل وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ پھر اس سے پہلے کہ سارا بیگم اس سے مزید کوئی سوال کرتیں' وہ تیز تیز قدم اٹھاتی وہاں سے نکلتی چلی گئی۔
سارا بیگم کو لگا جیسے کسی نے ان کے بدن سے لہو نچوڑ لیا ہو' بعض حقیقتیں کتنی سفاک ہوتی ہیں...... اندر تک کاٹ کر رکھ دیتی ہیں' وہ بھی کٹ رہی تھیں' لمحہ بالمحہ' اندر سے بکھر رہی تھیں مگر...... ابھی اس حقیقت تک کسی کی رسائی نہیں ہو سکی تھی۔

Scanned By Amir
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

بہت خوب صورت علاقہ تھا۔

سبزہ ہی سبزہ..... ہلکی ہلکی پڑتی پھوار..... اور قریب بہتی شفاف ندی کے پانی میں پاؤں ڈالے بیٹھی وہ حور..... اسے نگاہ شاید کبھی اس کی پشت پر بکھرے آبشاروں سے گھنے بالوں پر سے نگاہیں نہیں ہٹا سکے گا۔

وہ خوب صورت تھی' بے حد خوب صورت.....

مگر اس کے لیے تو وہ پوری دنیا تھی' تبھی وہ کچھ دیر سینے پر بازو باندھے اسے دل چسپ نگاہوں سے دیکھتا رہا' پھر یونہی اس کے گھنے' خوب صورت بالوں پر نگاہ جمائے' ابھی اس کے پہلو میں آ کر بیٹھا ہی تھا کہ آنکھ کھل گئی۔

"صیام۔" ماں جی اس کی چارپائی کے قریب کھڑی اسے آواز دے رہی تھیں۔ اس نے آنکھوں سے بازو ہٹایا۔

"جی ماں جی۔"

"دن چڑھ گیا ہے پتر' دفتر نہیں جانا۔"

"جانا ہے ماں جی' بس کل رات تھکن بہت ہوگئی تھی تو صبح آنکھ بھی نہیں کھلی۔" اب وہ اٹھ بیٹھا تھا۔

ماں جی پریشان سی اس کے قریب ہی بیٹھ گئیں۔

"اللہ سوہنا خیر کرے تیرے ابا جی کی طبیعت بھی ٹھیک نہیں کل رات سے..... ساری رات تڑپ تڑپ کر گزاری ہے' اوپر سے یہاں گاؤں میں کوئی اچھا ڈاکٹر بھی نہیں ہے۔" شب بیداری ان کی آنکھوں سے عیاں تھی۔

صیام گہری سانس بھر کر رہ گیا۔

"آپ پریشان نہ ہوں ماں جی' میں آج دفتر جاتے ہوئے انہیں ساتھ لے جاؤں گا۔"

"اللہ حیاتی کرے پتر..... پریشانیاں تو ہم غریبوں کی قسمت کا حصہ ہیں' ادھر تیرے ابا کی طبیعت ٹھیک نہیں اور ادھر شگفتہ کے سسرال والے شادی کی تاریخ مانگ رہے ہیں۔"

"اتنی جلدی؟ ابھی تو پندرہ دن ہوئے ہیں رشتہ کیے۔"

"ہاں..... مگر ان کی بھی مجبوری ہے پتر' اب جوان کی دوسری بیٹی کے سسرال والے ہیں وہ جلدی کر رہے ہیں اور تمہیں تو پتہ ہے پتر آج کل اچھے رشتے ملنا کتنا مشکل ہے۔"

"ہوں..... آپ پریشان نہ ہوں' اللہ مالک ہے۔" وہ انہیں تسلی دیتے غسل خانے کی طرف بڑھ گیا۔ شگفتہ نے جلدی جلدی اس کے کپڑے پریس کرنے کے بعد جوتے بھی پالش کر دیئے' عشرت جو شگفتہ سے دو سال بڑی تھی ابھی دو ماہ پہلے بیوہ ہو کر ایک عدد بیٹے کے ساتھ پھر سے بھائی کے در آ بیٹھی تھی۔

ناشتہ اسی نے بنایا تھا' اپنے چھ ماہ کے بیٹے کے ساتھ ساتھ صیام میں بھی اس کی جان تھی۔ وہ اس کے کھانے پینے اور دیگر سارے معاملات کا بہت خیال رکھتی تھی' خود صیام بھی دونوں بہنوں کی خوشی اور چھوٹی چھوٹی فرمائشوں کا خاص خیال رکھتا تھا۔

ساون شروع ہو رہا تھا مگر اس نے ابھی تک کمروں کی چھتیں پکی نہیں کروائی تھیں۔ کرواتا بھی کیسے اخراجات سانس لینے ہی نہیں دے رہے تھے۔ اس روز وہ تقریباً ایک بجے آفس پہنچا تھا۔

"السلام علیکم!"

"وعلیکم السلام! شکر تم آ گئے' مجھے لگا آج ضرور کسی لڑکی نے گن پوائنٹ پر اغوا کر لیا ہوگا تمہیں۔" حنان جو اسی کا انتظار کر رہا تھا اسے دیکھتے ہی بولا تو وہ مسکرا دیا۔

Scanned By Amir
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

"کیوں؟"

"پورے ہیرو جونگ رہے ہو بالکل فواد خان کی طرح۔"

"بس کر زیادہ بٹرنگ نہ کیا کر۔"

"بٹرنگ نہیں کر رہا یار میری نظر سے دیکھ خود کو۔"

"تیری نظر خراب ہوگئی ہے مجھ پر ٹھیک کرلے۔"

"ہاہاہا یہ تو ہے ویسے آج میڈم نے بھی مکمل بلیک سوٹ پہنا ہے۔"

"اچھا؟" میڈم کے ذکر پر اس کا دل زور سے دھڑک اٹھا تھا۔

حسان گہری سانس بھر کر رہ گیا۔

"سچ کہتا ہوں یار اگر میں پہلے سے بک نہ ہوتا تو ضرور میڈم دری سے عشق کر بیٹھتا۔ اتنی اچھی لڑکی میں نے اپنی پوری زندگی میں نہیں دیکھی۔" وہ اس کے دل کے حال سے واقف نہیں تھا تبھی کہہ رہا تھا اور صیام نے بے نیازی سے کمپیوٹر آن کرلیا۔

"خیال رکھنا تمہارے یہ نادر خیالات تمہاری منگیتر صاحبہ تک نہ پہنچ جائیں ورنہ جو تمہارے ساتھ ہوگا وہ تم بہتر جانتے ہو۔"

"چھوڑ یار..... اماں کی پسند ہے وہی نبھاہ کریں گی اس کے ساتھ میں انٹرسٹڈ نہیں ہوں۔"

"ہوں..... ہو بھی کیسے سکتے ہو باہر جو ایک سو بیس پیچھے لگا رکھی ہیں ان کا کیا بنے گا۔" وہ اس کی رگ رگ اور پل پل سے واقف تھا۔ تبھی وہ کھلکھلا کر ہنس دیا۔

"ان ایک سو بیس میں سے ایک بھی میڈم دری جیسی نہیں ہے، خیر تم بتاؤ آج اتنا لیٹ کیوں ہوگئے، میڈم دو بار پوچھ چکی ہیں تمہارا۔"

"ابا کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی یار، انہیں چیک اپ کے لیے لے کر جانا تھا واپسی پر بائیک پنکچر ہوگئی۔"

"اوہ..... کتنی بار کہہ چکا ہوں تجھ سے کہ بائیک بدل لے مگر تمہارے نزدیک میری باتوں کی اہمیت کہاں۔"

"ایسا مت کہو یار تم جانتے ہو میری زندگی میں بہت مسائل ہیں۔"

"ہاں یہ تو ہے مگر....." وہ ابھی بول ہی رہا تھا کہ انٹر کام بج اٹھا۔

"جی میڈم۔" فوراً سے پیشتر اس نے ریسیور اٹھایا تو دوسری طرف درکنون تھی۔

"صیام صاحب آگئے ہیں۔"

"جی میڈم ابھی تشریف لائے ہیں۔"

"ٹھیک ہے میرے کمرے میں بھیج دیجیے۔"

"جی بہتر۔" ادب سے کہتے ہوئے اس نے ریسیور رکھ دیا۔

"چل بیٹا آ گیا تیرا بلاوا آج خیر نہیں تیری۔"

"کیوں؟"

"میڈم کا فون تھا دو بار پوچھ چکی ہیں تمہارا، یہ تیسری کال تھی۔"

"خیر تو ہے۔"

"کیا پتا یہ تو میڈم ہی بتا سکتی ہیں جا اندر بلا رہی ہیں تجھے۔"

Scanned By Amir
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"تو بتایا کیوں نہیں، ایویں اتنی دیر سے دماغ چاٹ رہے ہو۔" وہ خفا ہوا اور حنان کھل کر ہنس دیا۔

❁.....❁.....❁

زاویار کی پاکستان کے لیے سیٹ کنفرم ہو چکی تھی۔

اس وقت وہ دوستوں کے جھرمٹ میں بیٹھا ڈنر انجوائے کر رہا تھا' جب جولی رابرٹ جس کا شمار اس کی قریبی دوستوں میں ہوتا تھا اس پر سرسری سی نظر ڈالتے ہوئے بولی۔

"زاویار کل رات کی فلائیٹ سے پاکستان جا رہا ہے۔"

"وہاٹ..... مگر کیوں؟" ایبک کو جھٹکا لگا' جولی نے آہستہ سے کندھے اچکا دیے' تبھی وہ بولا۔

"جانا تو ہے یار' میرے ڈیڈ کو میری ضرورت ہے' ویسے بھی میں ساری عمر کے لیے دیارِ غیر کی خاک چھاننے کے لیے نہیں آیا تھا۔"

"وہ تو ٹھیک ہے مگر تم نے کہا تھا تم یہیں اپنا بزنس اور فیملی ارینج کرنا چاہتے ہو۔"

"ہوں..... پلان تو یہی کیا ہے' باقی جو اللہ کی مرضی۔"

"ہوزان کے لیے کیا سوچا ہے تم نے؟" کچھ دیر کی خاموشی کے بعد پھر ایبک نے پوچھا' زاویار نے ڈرائنگ کا بڑا سا گھونٹ لے کر گلاس ٹیبل پر رکھ دیا۔

"تمہیں کیا لگتا ہے مجھے اس کے لیے کچھ سوچنے کی ضرورت ہے؟"

"نہیں..... مگر وہ تم سے بہت پیار کرتی ہے زاویار' مر جائے گی وہ تمہارے لیے۔"

"تو مر جائے میں نے کسی کی زندگی کا ٹھیکہ نہیں لیا' ویسے بھی میں ان مڈل کلاس گھرانوں کی تھرڈ کلاس لڑکیوں سے شدید الرجک ہوں۔" جولی نے دیکھا اس کی خوب صورت پیشانی پر کئی بل پڑ چکے تھے۔ ایبک نے کندھے اچکا دیے۔

"تمہاری مرضی' مگر وہ بہت خوددار ہے' عام لڑکیوں جیسی کوئی بات نہیں ہے اس میں۔"

"عام لڑکیوں میں کیا بات ہوتی ہے؟"

"تم زیادہ بہتر جانتے ہو مجھ سے' بہت سی لڑکیاں مفاد پرست ہوتی ہیں' صرف اپنے فائدے کے لیے کیش کی صورت رشتوں کو استعمال کرنے والی' مگر وہ ایسی نہیں ہے۔"

"مجھے اس میں کوئی دلچسپی نہیں ہے کہ وہ کیسی ہے کیسی نہیں' اور پلیز تم اب اس کی وکالت کرنا بند کرو۔" وہ بری طرح چڑ گیا تھا۔ ایبک خاموش ہو گیا ہوزان اس کی بچپن کی دوست تھی' بے حد سادا اور حساس لڑکی تھی' بچپن میں باپ کی وفات کے بعد اس کی ساری عمر محنت مشقت کی نذر ہو گئی تھی۔ وہ اور اس کی ماں ایک چھوٹے سے اپارٹمنٹ میں کئی سال سے اکٹھی رہ رہی تھیں۔ جب وہ چھوٹی تھی تو اس کی ماں ایک اسٹور پر کام کر کے گھر کا خرچ چلاتی تھی' مگر جیسے ہی اس نے اپنی تعلیم مکمل کی' اس نے اپنی بیمار ماں کو گھر بٹھا کر خود اسٹور پر جانا شروع کر دیا۔

زاویار کے ساتھ اس کی پہلی ملاقات بھی یہیں ہوئی تھی' وہ خاصا فضول خرچ تھا اور ہوزان ہمیشہ اس کی خریداری کو حیرانی اور حسرت سے دیکھتی تھی' وقت کے ساتھ ساتھ یہ حیرانی اور حسرت' محبت میں ڈھلتی چلی گئی' زاویار کا رویہ اس کے ساتھ بے حد نرم اور دوستانہ ہوا کرتا تھا' وہ اس کی چھوٹی چھوٹی ضرورتوں کا خیال رکھنے لگا تھا' مگر جیسے ہی اس کے جذبے اس پر آشکارہ ہوئے وہ بدک گیا۔

ہوزان کو وہ بھیگی شام ہمیشہ یاد رہتی تھی' جب اس نے زاویار حسن کو اپنی محبت سے آگاہ کیا تھا' جواب میں وہ خاصی

Scanned By Amir
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

حیرانی سے اسے دیکھتے رہنے کے بعد فوراً برہم ہوا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ وہ اس میں انٹرسٹڈ نہیں ہے اور نہ ہی اس چیز کو پسند کرتا ہے کہ وہ اس میں دل چسپی لے' ہوزان کا دل ٹوٹا گیا تھا' اگلے ایک ہفتے تک وہ بخار میں مبتلا' بستر میں منہ چھپا کر روتی رہی تھی مگر زاویار کو پروا نہیں تھی' وہ یکسر بدل چکا تھا۔

اور اب..... جبکہ اس نے لبوں پر چپ کا قفل ڈال لیا تھا تو وہ اس کا ملک چھوڑ کر جا رہا تھا' جولی اور ایبک کے ساتھ اس کا تعلق اب بھی ویسا ہی تھا مگر..... وہ صرف اس کے لیے بدل گیا تھا' ہوزان اپنا قصور نہیں جانتی تھی تاہم اس کا دل اب بھی صرف زاویار کی محبت کا تمنائی تھا' وہ کسی صورت خود کو زاویار حسن کی تمنا سے باز نہیں رکھ سکتی تھی۔ زاویار کے اب بھی وہی معمولات تھے' بس اس نے اب اس کے اسٹور پر آنا چھوڑ دیا تھا۔

اس روز بہت دنوں کے بعد جب وہ تازہ گلاب کے خوب صورت بوکے لیے' اسے سال گرہ کی مبارک باد دینے اس کے فلیٹ پر آئی تب اسے پتہ چلا کہ زاویار کل رات کی فلائٹ سے پاکستان جا چکا ہے۔ کتنی ہی دیر تک اسے یقین نہیں آیا کہ وہ یوں چپ چاپ اس کا دیس چھوڑ کر پاکستان بھی جا سکتا ہے' وہ پاکستان جو صرف اپنی کرپشن' لوڈ شیڈنگ' ٹارگٹ کلنگ' دہشت گردی' زلزلے اور سیلابوں کی وجہ سے ہمیشہ ایک خوف ناک تصور کے ساتھ اس کے حافظے میں محفوظ رہتا تھا اور اب..... وہ اسی دیس جا چکا تھا' ایک دم سے اس کا دل جیسے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو گیا تھا۔

اس روز بہت دیر تک وہ اس کے گھر کے باہر سیڑھیوں پر بیٹھی بری طرح روتے ہوئے گلاب کی پتیوں کو نوچ نوچ کر پھینکتی رہی تھی۔

✿.....✿.....✿

زاویار پاکستان آ چکا تھا۔

صمید صاحب کو لگا جیسے ایک مدت کے بعد انہوں نے زندگی کے حسن کو محسوس کیا ہو۔ سارا بیگم اور پرہیان دونوں بے حد خوش تھیں۔ صمید صاحب کی مصروفیات کے پیش نظر اسے ائرپورٹ سے ریسیو بھی ان دونوں نے ہی کیا تھا۔ وہ گھر آیا تو صمید صاحب کتنی ہی دیر اسے خود سے لپٹائے روتے رہے تھے۔ دیار غیر میں رہ کر کیسے نکھر گیا تھا' وہ کسان کی نظر اس کے شفاف چہرے سے ہٹنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔

اس کے آنے کی خوشی میں وہ اپنی تمام کاروباری مصروفیات ترک کر چکے تھے۔

پرہیان کی شادی کی ڈیٹ فکس ہو چکی تھی اور ایسے موقع پر زاویار کا پاکستان چلے آنا ان کے لیے بے حد خوشی اور طمانیت کا باعث بنا تھا۔ بہت سا بوجھ تھا جو ایک دم سے انہیں اپنے کندھوں سے اترتا ہوا محسوس ہوا تھا۔

اگلے روز شام میں صمید صاحب نے شام کی چائے پر عائلہ اور سدیہ کو بھی انوائٹ کر لیا۔ سنہری رنگت اور تیکھے نقوش والی عائلہ علوی بھی زاویار کے پاکستان آنے پر بہت خوش تھی مگر زاویار نے اسے کوئی لفٹ نہیں کرائی اور اس بات کو صمید صاحب نے بہت محسوس کیا تھا۔

وہ زاویار کے مزاج سے بہت اچھی طرح واقف تھے مگر عائلہ جیسی اچھی اور نیک صفت لڑکی کے لیے انہیں زاویار کا خشک رویہ بالکل بھی پسند نہیں آیا تھا مگر وہ مجبور تھے کہ سالوں بعد گھر واپس آنے والے محبوب بیٹے کو ڈانٹ بھی نہیں سکتے تھے۔ وگرنہ عائلہ علوی کی دل آزاری انہیں کسی قیمت پر بھی گوارا نہیں تھی اور ان کے گھر کے تمام افراد سوائے زاویار کے اس حقیقت سے بخوبی واقف تھے۔

✿.....✿.....✿

رات آدھی سے زیادہ ڈھل چکی تھی۔

Scanned By Amir
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

کمرے کی ونڈو کھلی تھی اور شریر ہوا کے سرد جھونکے ان کی رائٹنگ ٹیبل پر پڑے کورے صفحات کو بری طرح پھڑ پھڑا رہے تھے۔ وہ ایک نظر ان صفحات پر ڈالتے خود بھی کھڑکی کے قریب آ کھڑے ہوئے باہر خاصی سرد ہوا کا راج تھا مگر انہوں نے کھلی ہوئی کھڑکی کے پٹ بند نہیں کیے۔ عرصہ ہوگیا تھا زندگی کی جھیل سے مریا نامی خوب صورت پرندے کی ہجرت کے بعد وہ جیسے سرد موسموں کے شیدائی ہو کر رہ گئے تھے۔

سارا بیگم آج بھی کمرے میں نہیں آئی تھیں۔

نیچے لاؤنج میں زاویار اور پریہان کے تیز تیز بولنے کی آوازیں آرہی تھیں۔ دونوں بہن بھائیوں میں بلا کی انڈر اسٹینڈنگ اور پیار تھا۔ وہ کافی دیر زاویار کے ساتھ نیچے بیٹھے اس کے ایک ایک نقش کو نظر میں اتارتے رہے تھے۔ بے شک وہ ہو بہو مریا کی کاپی تھا۔ اس نے ایک ایک نقش اپنی ماں کا چرایا تھا۔ تبھی جب جب ان کی نگاہ اس کے چہرے کی طرف اٹھی دل کے اندر کہیں کوئی ٹیس ضرور سر اٹھاتی تھی۔

دو ہفتے ہوگئے تھے اسے گھر آئے ہوئے اور ان دو ہفتوں میں صمید صاحب نے اس کے ساتھ جیسے صدیوں کا سفر طے کیا تھا۔ تھکی ہوئی آنکھوں میں آپ ہی آپ گزرے ہوئے وقت کی دھول اڑنے لگی تھی اور پھر وہ جیسے اس دھول میں گم ہوتے چلے گئے تھے۔

✿......✿......✿

صمید حسن صاحب ایک نہایت غریب گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ ان کے والد بچوں کے اسکول کے سامنے ٹھیلہ لگاتے تھے سارا سارا دن تیز دھوپ میں کھڑے رہ کر بھی وہ اتنے پیسے نہیں کما سکتے تھے کہ اپنے گھر کی ضرورتوں کو پورا کر سکتے' ان کی بیوی کو اٹھرا کا مرض تھا' جس کی وجہ سے اوپر تلے ان کے سات بچے وقفے وقفے سے لقمہ اجل بن گئے تھے۔ صمید حسن کا نمبر آٹھواں تھا اور خوش قسمتی سے وہ بچ گئے تھے۔ کل آٹھ بہن بھائیوں میں صرف وہی اپنے ماں باپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور ان کے خوابوں کا مرکز تھے۔ بے حد غربت کے باوجود ان کے والد صاحب ان کی ہر خواہش کو پورا کرنا اپنا اولین فرض سمجھتے تھے۔

وہ ابھی مڈل میں تھے کہ ایک روز ان کی صابر شاکر ماں حالات اور غربت سے ہار مان کر دنیائے فانی سے کوچ کر گئیں۔ صمید حسن صاحب اس وقت اتنے میچور نہیں تھے کہ موت کی حقیقت کو سمجھ سکتے' تبھی وہ جیسے بکھر کر رہ گئے تھے۔ ایک اور بچے کی خواہش نے ان کی نظر میں ان کی ماں کی جان لے لی تھی اور یہ بات ان کے دل میں ایسی بیٹھی کہ پھر کبھی نکل ہی نہ سکی' تاہم ان کے لاغر باپ نے یہاں بھی ہمت نہیں ہاری تھی' اندر ہی اندر مسمار ہوتے وہ ان کا حوصلہ بڑھاتے رہتے تھے۔

دن بھر ٹھیلہ لگانے کے بعد گھر واپسی پر گھر کا سارا کام بھی انہی کے سپرد تھا۔ صمید حسن صاحب کا کام صرف پڑھنا تھا' اسکول سے نکل کر وہ ابھی کالج لائف میں آئے تھے کہ ایک روز وہ بھی انہیں داغ مفارقت دے گئے۔ پچھلے چند ماہ سے ان کی طبیعت نہایت ناساز تھی' مگر انہوں نے حسن صاحب کو اس کی بھنک بھی نہ پڑنے دی۔ وہ پیسے جو ان کی دوائیوں پر لگنے تھے انہوں نے اکلوتے بیٹے کی تعلیم و تربیت پر لگا دیئے' نتیجتاً موت نے انہیں شکار کرلیا۔

والدین کی آگے پیچھے وفات کے بعد زندگی صمید حسن کے لیے بہت تلخ ہو کر رہ گئی تھی' تعلیم سے ان کا تعلق ٹوٹ گیا' پیٹ بھر روٹی کے لیے وہ کالج کی مہنگی ترین تعلیم چھوڑ کر اپنے باپ کی جگہ بچوں کے اسکول کے سامنے ٹھیلہ لگانے لگے تھے۔ یہی وہ وقت تھا جب عائلہ علوی کے دادا کرنل شیر علی نے ان کے سر پر دست شفقت رکھا تھا۔ وہ آرمی سے وابستہ تھے اور صمید حسن صاحب کی طرح ان کا بھی صرف ایک ہی بیٹا تھا' سکندر علوی صمید حسن کے والد کی طرح ان

WWW.PAKSOCIETY.COM
Scanned By Amir
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

کی آنکھوں میں بھی اپنے اکلوتے بیٹے کے لیے بہت سے خواب تھے وہ انہیں آرمی میں بڑا افسر بنانا چاہتے تھے اسی مقصد کے لیے انہوں نے گاؤں میں اپنی زمین بیچ کر اسے ملک سے باہر پڑھنے بھیج دیا تھا۔

گھر میں اب صرف وہ اور ان کی دو بھتیجیاں رہتی تھیں بریرہ اور مریرا..... بریرہ کی نسبت ان کے بیٹے سکندر علوی کے ساتھ طے تھی جبکہ مریرا اسی اسکول میں دسویں جماعت میں زیر تعلیم تھی جس کے باہر صمید حسن کا ٹھیلا لگتا تھا روز اسکول سے چھٹی کے بعد شیر علی صاحب اسے صمید حسن سے بھنے ہوئے چنے خرید کر دیتے تھے بریرہ اسکول لائف کے بعد اب کالج کی دنیا میں قدم رکھنے کی تیاری کر رہی تھی رفتہ رفتہ صمید حسن کے حالات کرنل شیر علی کے علم میں آئے تو وہ بصد اصرار انہیں اپنا بیٹا بنا کر گھر لے آئے۔ وہ گھر جہاں کئی سال ہوئے ان کی بیوی کی رحلت کے ساتھ بھائی اور بھابی کی وفات بھی ہوگئی تھی۔ تب سے وہ تنہا زندگی کی جنگ لڑتے چلے آرہے تھے۔

صمید کی شرافت اور کردار کی مضبوطی نے انہیں بہت متاثر کیا تھا یہی وجہ تھی کہ وہ انہیں بالکل اپنے سگے بیٹے کے برابر اہمیت دینے لگے تھے۔

اس گھر میں آنے کے بعد صمید حسن کا تعلیم سے ٹوٹا تعلق دوبارہ بحال ہوگیا تھا۔ گریجویشن کمپلیٹ کرنے کے بعد انہوں نے کچھ گھروں میں ٹیوشن پڑھانی شروع کردی تھی رات میں ٹیوشن سے فارغ ہوکر وہ گھر واپس آتے تو سب کو اپنا منتظر پاتے کوئی بھی ان کے بغیر کھانا نہیں کھاتا تھا۔ شیر علی صاحب آرمی سے ریٹائر ہو چکے تھے ان کا زیادہ وقت گھر پر کتابوں اور پودوں کی نذر ہوتا تھا۔

صاف ستھرا کشادہ گھر جس میں نرم بستر گرم کھانا دھلے کپڑے سب میسر تھا ان کے لیے کسی جنت سے کم نہیں تھا بریرہ اور مریرا دونوں ہی بے حد ذہین مگر اپنے کام سے کام رکھنے والی لڑکیاں تھیں صمید نے کبھی انہیں اونچی آواز میں بولتے یا ہنستے نہیں دیکھا تھا۔ جب سے وہ اس گھر میں آئے تھے ایک بار بھی انہیں بے پردا نہیں دیکھ پائے تھے دونوں ہی بہت کم ان کے سامنے آتی تھیں خود انہوں نے بھی کبھی دانستہ نظر اٹھا کر ان کی طرف دیکھنے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔ چھٹی والے دن بھی بہت کم وہ گھر پر رکتے تھے گھر کا سودا سلف اور دیگر اشیاء کی خریداری بھی شیر علی صاحب کے سپرد تھی کئی بار انہوں نے صمید حسن کو ٹیوشن پڑھانے سے منع کیا تھا مگر وہ ان پر زیادہ بوجھ ڈالنا نہیں چاہتے تھے۔ تبھی ان کے بے پناہ خلوص اور محبت کے باوجود اپنے تعلیمی اخراجات کے لیے انہوں نے روزگار کی راہ تلاش کرلی تھی اب اکثر اپنے پیسوں سے اپنا تعلیمی خرچ نکالنے کے ساتھ ساتھ وہ گھر کے لیے کوئی نہ کوئی چیز بھی لے آتے تھے۔

سکندر علوی کے خط گاہے بگاہے آتے رہتے تھے۔ جب بھی ان کا خط آتا اگلے کئی روز تک گھر میں اسی کا ذکر رہتا ایسے میں شیر علی صاحب کی آنکھوں کی جگمگاہٹ دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔

☆.....☆☆.....☆

وقت نہایت سبک روی سے اپنا سفر طے کرتا آگے بڑھ رہا تھا کہ اچانک شیر علی صاحب شدید بیماری کی لپیٹ میں آگئے۔

صمید حسن نے ابھی یونیورسٹی لائف میں قدم رکھا ہی تھا نئی نئی کلاسز تھیں مگر اس کے باوجود انہوں نے اپنا آپ ان کے لیے وقف کردیا تھا گھر کے سودا سلف سے لے کر شیر علی صاحب کی تیمارداری تک ہر کام اپنے ذمے لے لیا تھا بریرہ کی فرمائش پر سمندر پار سکندر علوی کو اطلاع بھی دی جاچکی تھی۔ مگر وہاں اس کے امتحانات چل رہے تھے تبھی چاہنے کے باوجود وہ پاکستان نہ آسکے تاہم انہوں نے صمید سے اپنے باپ کا خیال رکھنے کی درخواست ضرور کی تھی۔

بریرہ اور مریرا کی پریشانی ان دنوں دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔

Scanned By Amir
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

اس روز بہت دیر تک وہ شیر علی صاحب کے پاس بیٹھ کر ان کی تیمارداری کرنے کے بعد ابھی اپنے کمرے میں آ کر سوئے ہی تھے کہ دروازے پر ہونے والی زوردار دستک کی آواز نے انہیں ہڑبڑا کر اٹھنے پر مجبور کردیا' کچی نیند سے بیدار آنکھیں بے ساختہ وال کلاک کی جانب اٹھی تھیں' جہاں رات کے دو بجے کا وقت تھا' تبھی بنا جوتوں کی پروا کیے وہ فوراً بستر سے نکلے اور دروازہ کھولا تو سامنے مریا کھڑی رو رہی تھی۔

"بڑے ابو کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے' پلیز آپ ابھی انہیں ہسپتال لے جائیں۔" وہ اس کے لہجے سے اس کی اذیت کا اندازہ کرسکتا تھا' تبھی فوراً شیر علی صاحب کے کمرے کی طرف لپکا جہاں بریرہ بنا چادر کی پروا کیے شیر علی صاحب کو سنبھالنے کی کوشش کررہی تھی' کمرے میں اس کی موجودگی محسوس کرتے ہی وہ سائیڈ پر ہو کر کھڑی ہوگئی تھی' صمید نے اسی وقت اپنے ایک دوست کو کال کرکے گاڑی منگوائی اور پھر اسی کے ساتھ ہسپتال روانہ ہوگیا۔ اگلی صبح وہ گھر آیا تو شیر علی صاحب کی طبیعت خاصی سنبھل چکی تھی' تاہم مریا نے رو رو کر اپنا حال برا کرلیا تھا' بریرہ اسے سمجھانے کی کوشش کررہی تھی' مگر وہ اس کے قابو میں ہی نہیں آرہی تھی' تبھی مجبور ہو کر اس نے صمید سے کہا تھا۔

"اب کیسی طبیعت ہے بڑے ابو کی؟" رات بھر جاگ کر رونے کی وجہ سے اس کی آنکھوں کے گوشے سرخ ہورہے تھے۔ صمید جو اپنے پاس جمع کیے ہوئے پیسے نکال رہا تھا اس کے استفسار پر چونک کر پلٹا۔

"ٹھیک ہے..... پہلے سے کافی بہتر ہیں وہ آپ پریشان نہ ہوں۔"

"شکر ہے اللہ کی پاک ذات کا' آپ ہسپتال جائیں تو پلیز مریا کو بھی ساتھ لے جایئے گا وہ بہت رو رہی ہے رات سے۔" پہلی بار وہ اس سے یوں مخاطب تھی۔

صمید نے رخ پھیر لیا۔

"اس کی ضرورت نہیں ہے' وہاں میں اور میرا دوست ہیں ان کی دیکھ بھال کے لیے۔"

"کیوں ضرورت نہیں ہے' بیٹی ہوں میں ان کی' آپ سے زیادہ میرا حق بنتا ہے' ان پر سگے باپ سے بڑھ کر عزیز ہیں وہ مجھے آپ اور آپ کا دوست ان کا ویسا خیال نہیں رکھ سکتے جیسا میں رکھ سکتی ہوں۔" مریا اچانک آندھی طوفان کی طرح کمرے میں نمودار ہوئی تھی' وہ ٹھٹکا تھا۔

بڑی بڑی آنکھوں میں پھیلے ہوئے کاجل اور کندھوں پر ڈھلکتی شال سے بے نیازی کے ساتھ وہ اسے حیران ہی تو کرگئی تھی۔

"ٹھیک ہے' چلیں ساتھ' میں بس نکل ہی رہا ہوں۔" اگلے ہی پل نظریں چراتے ہوئے وہ فوراً پیسے جیب میں رکھنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد جب وہ بائیک اسٹارٹ کررہا تھا وہ بریرہ کو دروازہ اچھی طرح بند کرنے کی ہدایت کرتی اس کے ساتھ پیچھے آ بیٹھی تھی۔ اس طرح سے کہ اس کا وجود بالکل بھی صمید کے وجود سے بچ نہیں ہورہا تھا۔ پورے راستے دونوں کے مابین خاموشی حائل رہی تھی' ہسپتال پہنچ کر جیسے ہی مریا کی نظر بستر پر بے سدھ پڑے شیر علی صاحب پر پڑی وہ پھر زار و قطار رونا شروع ہوگئی' تبھی صمید نے اسے ڈانٹا۔

"آپ بچی نہیں ہیں جو ہر بار آپ کو ڈانٹ کر چپ کروانا پڑے' انکل بالکل ٹھیک ہیں' سکون آور دوائیوں کے زیر اثر سو رہے ہیں' آپ پلیز ان کے لیے پریشانی کری ایٹ مت کریں۔" اس کی ڈانٹ کا ہی اثر تھا کہ اس نے فوراً اپنے آنسو پونچھ لیے تھے اور چپ کر کے سائیڈ پر بیٹھ گئی تھی۔ صمید نے دیکھا تھوڑی دیر بعد وہ ان کی پیشانی چومتی' کبھی نہایت پیار کے ساتھ ان کے چہرے پر ہاتھ پھیرتے جانی' وہ مسکرایا اور وارڈ سے باہر نکل آیا تھا۔

اسی شام شیر علی صاحب کو ہوش آنے کے بعد وہ انہی کے اصرار پر ہسپتال سے ڈسچارج کروا کر گھر لے آیا'

Scanned By Amir
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

جہاں بریرہ اور مریرا دونوں پاگلوں کی طرح جیسے ان کا سایہ بن گئی تھیں۔ شیر علی صاحب نے اس سے درخواست کی تھی کہ وہ سکندر علوی کو فون کرے اور اسے کہے کہ جیسے ہی اس کے امتحانات ختم ہوں وہ فوراً پاکستان کا چکر لگائے صمید نے من وعن ان کا پیغام سکندر علوی تک پہنچا دیا تھا' جواب میں وہ اسی مہینے کی آخری تاریخ میں امتحانات سے فراغت کے بعد فوراً پاکستان چلے آئے تھے۔

بریرہ اور شیر علی صاحب کی خوشی دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی' ایک دم سے ان کی ساری بیماری جیسے ازن چھو ہوگئی۔ سکندر کو آئے تیسرا دن تھا جب شیر علی صاحب نے اچانک اس کی شادی کا شوشہ چھوڑ دیا۔ اس بار کسی صورت وہ اسے اکیلا بھیجنے کو تیار نہیں تھے' سکندر نے بہت ہاتھ پیر مارے دوہائیاں دیں مگر ان کا کوئی عذر کوئی بہانہ قابل قبول نہ ہوسکا۔ نتیجتاً صرف پندرہ دن بعد ان کی شادی انجام پا گئی۔

صمید نے اس موقع پر بھی اپنا کردار بھرپور طریقے سے نبھایا تھا۔

شادی کے تقریباً دو ماہ بعد سکندر دوبارہ واپس چلا گیا تو گھر میں پھر سے وہی خاموشی در آئی جو اس کے آنے سے پہلے اس گھر کا حصہ تھی' مگر شیر علی صاحب اور بریرہ بہت خوش اور مطمئن تھے۔

.....☆☆☆.....

اس روز صبح جب وہ یونیورسٹی کے لیے تیار ہو رہا تھا مریرا نے اس کے لیے دودھ کا گلاس تیار کیا' جلدی جلدی تیار ہو کر وہ ناشتے کی میز پر آیا تو شیر علی صاحب چائے پی چکے تھے' جبکہ مریرا کالج کے لیے تیار بیٹھی' ابھی ناشتہ کر رہی تھی۔

اس نے سرسری سی ایک نظر اس پر ڈالنے کے بعد فوراً دودھ کا گلاس لبوں سے لگا لیا تھا' مگر اگلے ہی پل جیسے اس کا گلہ رندھ گیا۔ دودھ میں چینی کی بجائے نمک مکس کیا گیا تھا' جس کے باعث وہ کھانس اٹھا تھا' جبکہ آنکھوں میں بھی خاصا پانی جمع ہوگیا تھا' مریرا اس کا حال دیکھ کر بے ساختہ سر جھکائے اپنی ہنسی پر قابو پانے کی کوشش کر رہی تھی' وہ حیران رہ گیا' بھلا وہ اس سے اتنی فیرینک تھی کہ ایسا مذاق کرتی؟ شیر علی صاحب لب اس کے قریب کھڑے اس کی پیٹھ سہلا رہے تھے۔

"آرام سے پیو بیٹا' اتنی جلد بازی بھی اچھی نہیں ہوتی۔"

"جی....." سعادت مندی سے کہہ کر اس نے پھر سامنے بیٹھی مریرا پر نگاہ ڈالی' جو شرارتی نگاہوں سے مسکراتے ہوئے خود بھی اسی کی طرف دیکھ رہی تھی' کیا نہیں تھا ان نگاہوں میں؟ محبت' شرارت اور درخواست کہ وہ شیر علی صاحب کے سامنے اس کی بدتمیزی کا پردا چاک نہ کرے' تبھی اس نے چپ چاپ گلاس دوبارہ لبوں سے لگا لیا تھا۔

اسی شام ٹیوشن سے واپسی پر جب وہ چھت پر بیٹھا شہاب نامہ پڑھ رہا تھا' وہ اس کے پاس چلی آئی تھی۔

السلام علیکم۔" صمید نے چونک کر دیکھا تھا۔

"وعلیکم السلام..... آپ یہاں؟"

"جی..... وہ اصل میں مجھے آپ سے معذرت کرنی تھی' صبح شرارت میں جو حرکت میں نے کی شاید نہیں کرنی چاہیے تھی۔"

"کوئی بات نہیں' گزرے ہوئے وقت پر ملال نہیں کرنا چاہیے۔" ایک نظر اس کے جھکے ہوئے سر پر ڈالنے کے بعد اس نے دوبارہ توجہ کتاب کی جانب مرکوز کردی تھی مقصد اسے وہاں سے رخصت کرنا تھا' مگر وہ رخصت ہونے کی بجائے خاصی بے فکری سے اس کے مقابل بیٹھ گئی۔

"آپ نے بڑے ابو سے شکایت کیوں نہیں کی؟"

"اچھا نہیں لگا۔"

Scanned By Amir
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

"نور باقی کا دودھ کیوں پیا؟"

"اچھا لگ رہا تھا۔"

"غصہ نہیں آیا آپ کو؟"

"نہیں۔"

"اچھا ابھی کیا پڑھ رہے ہیں؟"

"شہاب نامہ۔"

"شہاب نامہ میں تو بہت سے باب ہیں آپ کون سا پڑھ رہے ہیں؟"

"چندراوتی۔"

"اوہ...... بہت خوب صورت باب ہے یہ آپ کو پتہ ہے یہ کتاب پڑھنے کے بعد میرا شدت سے دل چاہا تھا کہ میں قدرت اللہ شہاب صاحب سے صرف ایک بار ضرور ملوں' لیکن پھر جب مجھے ان کی رحلت کا پتہ چلا تو بہت دنوں تک میں روتی رہی تھی۔"

"رونے کے سوا اور آتا بھی کیا ہے آپ کو۔" اس بار اس نے نظریں اٹھائی تھیں' مریرا معصومیت سے مسکرا دی۔

"جی...... صحیح کہہ رہے ہیں آپ امی ابو کی رحلت کے بعد واقعی مجھے رونے کے سوا اور کچھ نہیں آتا۔"

"اب آپ نیچے جائیں پلیز' میں تنہائی میں پڑھنا چاہتا ہوں۔" فوراً ہی اس کی طرف دیکھتے ہوئے اس کا لہجہ روڈ ہوگیا تھا۔ وہ شرمندہ ہوگئی۔

"سوری میں یہاں آپ کو ڈسٹرب کرنے نہیں آئی تھی' اصل میں مجھے آپ سے اپنا ایک مسئلہ شیئر کرنا تھا۔" مخروطی انگلیاں چٹخاتے ہوئے وہ قدرے پریشان لگی' تبھی صمید نے کتاب بند کی۔

"فرمایئے۔"

"وہ...... میں روز بس سے کالج جاتی ہوں تو وہاں اسٹاپ پر کچھ لڑکے بہت پریشان کرتے ہیں' پہلے کالج تک ساتھ جاتے تھے' کل ان میں سے ایک یہاں گھر تک بھی چلا آیا' میں ان کے منہ نہیں لگنا چاہتی' مگر میری مجبوری ہے کہ مجھے اسی ٹائم پر کالج کے لیے گھر سے نکلنا پڑتا ہے۔ میں نہیں چاہتی وہ میری خاموشی کو میری کمزوری سمجھ کر میرے ساتھ کوئی بدتمیزی کریں' اسی لیے اگر آپ کچھ روز کے لیے صبح یونیورسٹی جاتے ہوئے مجھے کالج ڈراپ کر جایا کریں تو مہربانی ہوگی...... پلیز۔" شہد آگئیں نگاہوں میں عجیب سی التجا تھی' وہ بے ساختہ نظریں چرا گیا۔

"انکل سے اجازت لی آپ نے؟"

"نہیں...... میں نے ابھی صرف بریرہ سے بات شیئر کی ہے' اسی نے یہ مشورہ دیا کہ میں آپ سے مدد لوں' اگر آپ مان جاتے ہیں تو وہ بڑے ابو سے بات کرلے گی۔"

"ٹھیک ہے آپ ان سے کہیں کہ وہ انکل سے بات کرلیں' اگر انہوں نے اجازت دے دی تو مجھے آپ کو ساتھ لے جانے پر کوئی اعتراض نہیں۔"

"شکریہ...... میں جانتی تھی آپ کبھی مجھے مایوس نہیں کریں گے' کیونکہ آپ بہت اچھے ہیں۔" پل میں بچوں کی طرح خوش ہوتی فوراً وہ اٹھ کر بھاگ گئی' صمید کتنی ہی دیر تک بند کتاب کو دیکھتا مسکراتا رہا۔

❁......❁......❁

"پاپا جانی۔" رات آدھی سے زیادہ ڈھل چکی تھی' مگر وہ ابھی بھی ساری دنیا سے بے نیاز گزرتے ہوئے وقت کی

Scanned By Amir
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

یادوں میں گم ونڈو کے اس پار کھڑے سرد ہوا کے تھپیڑوں کا سامنا کر رہے تھے جب اچانک پرہیان وہاں چلی آئی وہ چونکے اور بے ساختہ پلٹ کر اس کی طرف دیکھا۔

"جی پاپا کی جان۔"

"آپ جاگ رہے ہیں ابھی تک؟"

"ہوں..... بس نیند نہیں آ رہی تھی تو....."

"میں جانتی تھی آپ جاگ رہے ہوں گے اسی لیے چلی آئی۔" ان کی ادھوری وضاحت پر نرمی سے مسکراتے ہوئے وہ قریب آئی تو وہ بھی مسکرا دیے۔

"زاویار سو گیا؟"

"جی بڑی مشکل سے جان بخشی ہے میں نے اس کی وہ بھی اس شرط پر کہ وہ جلد از جلد آفس جوائن کرلے۔" ہلکے پھلکے لہجے میں کہتے ہوئے وہ ان کے قریب ہی ونڈو میں آ کھڑی ہوئی تھی باہر چاند اپنی مکمل نرماہٹ کے ساتھ پورے آسمان پر اپنی مدھم روشنی بکھیر رہا تھا صمید صاحب اس کی بات پر مسکرائے۔

"پاپا جانی..... مجھے اصل میں آپ سے کچھ بات کرنی تھی۔" اگلے ہی پل ان کی خاموشی پر اس نے ونڈو کے اس پار دیکھتے ہوئے کہا۔

"جی بیٹے کہیں میں سن رہا ہوں۔"

"وہ..... میں کل سے آفس نہیں جاؤں گی اب زاویار آ گیا ہے تو بہتر ہے کہ وہی آپ کی جگہ سنبھالے اور پاپا جانی وہ جو بنگلہ آپ میرے لیے شادی کے گفٹ کے طور پر خرید رہے تھے مجھے وہ نہیں چاہیے آپ کی محبت اور دعاؤں کے سوا مجھے اور کچھ بھی نہیں چاہیے۔"

"جانتا ہوں مگر پھر بھی میں اپنی بیٹی کو دنیا کی ہر چیز ہر خوشی دینا چاہتا ہوں۔"

"مگر پاپا.....!"

"کوئی اگر مگر نہیں یہ میرا مسئلہ ہے کہ میں کیا دے سکتا ہوں کیا نہیں میری بیٹی نے بس اپنا حق سمجھ کر وصول کرنا ہے اور ہاں کل میں اور آپ کی مما آپ کے لیے کچھ سیٹ پسند کر کے آئے ہیں صبح زاویار کے ساتھ جا کر دیکھ آنا میں پے منٹ کر چکا ہوں۔"

"پاپا پلیز....."

"بس..... چپ..... اب آپ اچھے بچوں کی طرح جا کر سو جائیں صبح بات ہوگی۔" اس کی پیشانی چومتے ہوئے انہوں نے بات ختم کی پرہیان دل میں ان کی بے پناہ محبت اور عقیدت کے احساس کے ساتھ شکستہ قدموں سے واپس پلٹ آئی۔

✿.....✿.....✿

"زاویار....." وہ ناشتہ کر رہا تھا جب صمید حسن صاحب آفس کے لیے تیار اس کے قریب ڈائننگ ٹیبل پر آ بیٹھے۔ پرہیان اور سارا بیگم بھی وہیں موجود تھیں۔

"جی پاپا۔" فوراً ناشتے سے ہاتھ روک کر زاویار نے انہیں دیکھا۔

"آج کے لیے کیا مصروفیات ہیں آپ کی؟"

"کچھ خاص نہیں پاپا پرہیان کو شاپنگ کے لیے لے جانا ہے پھر مہندی کے فنکشن کی تیاری کے لیے گاؤں کا چکر

Scanned By Amir
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ریا احمد

السلام علیکم! میرا نام ریا احمد ہے میں پاکستان کے سب سے خوب صورت شہر چکوال میں رہائش پذیر ہوں۔ میں آگ برساتی گرمی یعنی جولائی کے مہینے میں سب کے لیے ٹھنڈک بن کر آئی۔ میں پرویز سائنس اکیڈمی کی سب سے سینئر کلاس 10th کی سویٹ سی اسٹوڈنٹ ہوں۔ میری چار سہیلیاں ہیں بختاور غزل مہرین اور مقدس۔ کھانے میں بریانی پسند ہے وہ بھی کراچی کے فوڈ سینٹر کی۔ رنگوں میں گلابی رنگ فیورٹ ہیرو سلمان خان فیورٹ سنگر راحت فتح علی خان فیورٹ شخصیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم فیورٹ کرکٹر محمد حفیظ شاہد آفریدی۔ میرے چالیس کے لگ بھگ بہن بھائی ہیں ارے اتنا حیران نہ ہوں کزنز بھی تو بہن بھائی ہوئے نا۔ سب ہی بہت اچھے ہیں میں اپنے بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹی ہوں۔ میری کزن دیا آپی سب سے اچھی ہیں ان کی ساری اسٹوریز بھی اچھی ہوتی ہیں۔ وہ سب سے پہلے مجھے ہی اپنی اسٹوری سناتی ہیں ویسے تو میں آنچل نہیں پڑھتی کیونکہ پڑھائی میں مصروف ہوتی ہوں اس لیے دیا آپی پڑھ کر سنا دیتی ہیں جب بھی میں فارغ ہوتی ہوں تو۔ انہوں نے مجھے "ٹوٹا ہوا تارا" پڑھ کر سنائی ہے اس میں مصطفیٰ کا کردار بہت اچھا ہے۔ میری آپ سب سے درخواست ہے کہ پلیز میرے لیے دعا کریں کہ میں اپنے 9th میں ٹاپ کروں۔ میں گھر کا کام بالکل نہیں کرتی۔ وجہ کوئی خاص نہیں بس دل نہیں کرتا دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

بھی لگانا ہے میں چاہتا ہوں شادی کے سارے انتظامات ہم گاؤں میں ہی رکھیں۔"

"ہوں...... میری بھی یہی خواہش ہے بات بھی کر رکھی ہے میں نے بہتر ہے آپ جا کر جائزہ لے آئیں بہرحال آفس کے لیے کیا سوچا ہے آپ نے؟" وہ بات جو وہ پچھلے دو ہفتوں سے کرنا چاہ رہے تھے بالآخر لبوں پر لے ہی آئے۔

"سوچا تو بہت کچھ ہے پاپا! مگر فی الحال میں آپ کی جگہ آپ کا آفس جوائن کر رہا ہوں۔" اس نے دیکھا اس کی بات پر صمید حسن صاحب کا چہرہ جیسے کھل اٹھا تھا۔

"گڈ...... مجھے یقین تھا میرا بیٹا مجھے کبھی مایوس نہیں کرے گا۔" بے حد فخر سے اس کا کندھا تھپتھپاتے ہوئے وہ بولے تب ہی عائلہ وہاں چلی آئی۔

"السلام علیکم صبح بخیر۔" سب کو مشترکہ سلام کرتی وہ قریب آئی تھی۔ زاویار نے دیکھا اس کی آمد پر سب ہی بہت خوش ہو گئے تھے۔

"وعلیکم السلام بڑی لمبی عمر ہے میری بیٹی کی ابھی میں تمہیں ہی یاد کر رہا تھا۔" صمید صاحب اٹھے تھے۔ سارا بیگم نے مسکراتے ہوئے اٹھ کر اسے گلے لگایا تھا جبکہ پریہان نے محبت سے اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے اسے اپنے ساتھ والی کرسی پر بٹھا لیا۔

"خیریت؟" بنا زاویار کو کوئی اہمیت دیئے وہ بڑے استحقاق کے ساتھ ناشتہ کرنے لگی تھی۔ وہ جل کر راکھ ہو گیا تھا۔

"ہوں خیریت ہی ہے آج زاویار بھائی مجھے شاپنگ کروا رہے ہیں تو مما اور پاپا چاہ رہے تھے کہ تم بھی اپنی شاپنگ مکمل کر لو۔"

"نہ بابا ناں! مجھے تمہارے زاویار بھائی کی جیب خالی کروانے کا کوئی شوق نہیں ویسے بھی آج میری بہت امپورٹنٹ میٹنگ ہے ہمدانی صاحب کے ساتھ کسی طور یہ میٹنگ مس نہیں کر سکتی میں۔" زاویار جتنا ضبط کر رہا تھا وہ اتنا ہی پھیل رہی تھی اس نے ناشتے سے ہاتھ روک لیا پھر اس سے پہلے کہ پریہان کچھ کہتی وہ ایک جھٹکے سے اٹھا اور کرسی پیچھے دھکیلتے

Scanned By Amir
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

ہوئے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ اس کی اس حرکت پر سارا بیگم اور پریہان کے ساتھ ساتھ خود عائلہ بھی حیران رہ گئی تھی۔ جبکہ صمید حسن صاحب لب بھینچ کر رہ گئے تھے۔

✿.....✿.....✿

زاویار حسن کو آفس سنبھالے تیسرا دن تھا جب اس روز وہ اس پر برس پڑا۔

"آپ اپنی سفارشات اور تعلقات کا ناجائز فائدہ اٹھا رہی ہیں مس عائلہ علوی اور میں ایسے لوگوں کو ہرگز اپنے آفس میں برداشت نہیں کرسکتا۔" ہاتھ میں پکڑی فائل زور سے میز پر پھینکتے ہوئے اس نے اپنا غصہ اور نفرت اس پر واضح کی تھی' جواب میں عائلہ کے ضبط کا پیمانہ بھی لبریز ہوا تھا۔

"مائینڈ اٹ سر..... جس غلطی کے لیے آپ اتنا چراغ پا ہو رہے ہیں' وہ غلطی اور وہ فائل میری نہیں ہے نہ ہی میں نے اس پر اپنے سائن کیے ہیں آپ کے ساتھ مسئلہ یہ ہے کہ آپ کا غصہ خشک گھاس کی طرح آپ کی عقل کو آگ بن کر کھا جاتا ہے اور ایسے میں آپ کو دیکھنا بھی یاد نہیں رہتا کہ حقیقت کیا ہے' بہرحال میں یہاں صرف اپنی محنت اور قابلیت کے بل بوتے پر کام کرتی ہوں' کسی کی سفارش یا تعلق کی بنا پر نہیں۔"

"جسٹ شٹ اپ..... او کے..... اپنی اوقات میں رہ کر بات کریں۔"

"اوقات میں رہ کر ہی بات کر رہی ہوں' بہتر ہوگا اگر آپ بھی اپنی اوقات میں رہ کر بات کریں کیونکہ میں یہاں آپ کی ورکر ضرور ہوں مگر بھکاری نہیں ہوں' جو آپ بلاوجہ میری تذلیل کریں اور میں خاموش رہوں۔" جتنی سرخی اس وقت زاویار حسن کے چہرے پر تھی اس سے زیادہ سرخی عائلہ علوی کے چہرے سے جھلک رہی تھی' پہلی لڑکی تھی اس کی زندگی میں جس نے یوں اس کی شخصیت کے رعب میں آئے بغیر اس کی تذلیل کی تھی۔ وہ جل بھن کر ہی تو رہ گیا تھا۔

"جسٹ شٹ یور ماؤتھ اینڈ گیٹ لاسٹ۔" اس بار چہرے کے تاثرات کے ساتھ ساتھ اس کا لہجہ بھی ذلت آمیز ہوگیا تھا۔ عائلہ کی آنکھیں ضبط کی ہزار کوششوں کے باوجود آنسوؤں سے بھر آئیں' وہ پلٹی اور فوراً اس کے کمرے سے باہر نکل آئی تھی' زاویار ایک گہری سانس خارج کرتا اپنی سیٹ کی پشت گاہ سے ٹیک لگا کر پلکیں موند گیا۔

ان تین دنوں میں ہی یہ لڑکی اس کے لیے قطعی ناقابل برداشت ہوگئی تھی' وہ ابھی دائیں ہاتھ کے انگوٹھے اور شہادت کی انگلی سے اپنی پیشانی سہلا رہا تھا جب وہ سرخ چہرے اور نم آنکھوں کے ساتھ بنا اجازت طلب کیے اس کے کمرے میں چلی آئی۔

"یہ میرا ریزائن لیٹر ہے..... میں یہ جاب اور اپنے پچیس دن کی تنخواہ آپ کے منہ پر مار کر جا رہی ہوں..... خدا حافظ۔" ہوا کے تند جھونکے کی مانند جیسے وہ آئی تھی ویسے ہی واپس بھی پلٹ گئی' زاویار حیرت سے گنگ اس کی جرأت اور بدتمیزی دیکھتا رہ گیا تھا۔ اس کا بس نہ چل رہا تھا کہ اسے واپس بلائے اور اس کے منہ پر زوردار تھپڑ رسید کرکے اسے اس کی اوقات یاد دلائے' ابھی وہ خود کو نارمل بھی نہیں کر پایا تھا کہ صمید حسن صاحب کی گاڑی اس کے شاندار آفس کے باہر آرکی۔

(باقی ان شاءاللہ آئندہ ماہ)

Scanned By Amir
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY